در مدح و ذم کسے زبان را آلودہ نمی کردند وقتیکہ شیخ حزین در ہندوستان آمد کسے را
از مستعدان ہند بخاطر نیاورد لیکن باوجود عدم ملاقات مدح حضرت ایشان میکرد روزے
شیخ در دکان شارع عام نشستہ بود ناگاہ حضرت ایشان بر اسپ سوار ازان راہ می
گذشتند چون نظر شیخ بر حضرت ایشان افتاد پرسید کہ این کدام جوان است گفتند حضرت
میرزا جانجانان اند شیخ گفت چشم بد دور ہمہ دانی و ہمہ جانی حضرت ایشان را دیوانیست
مختصر در پارسی بیاضیست خریطۂ جواہر نام بندہ دیدہ ام انتخاب اشعار چنانکہ میشاید
دران صورت بستہ است ؎

نہین کچہہ غم کہ کیون ملتا نہین بیجان گسل میرا — کہ مین روتا ہون دل کی بیکسی پر ہائے دل میرا
لوگ کہتے ہین سوا مظہر بیکس افسوس — کیا ہوا اوسکو کہ اتنا ہی تو بیمار نہ تہا
توفیق دے کہ شور سے اکدم وہ چپ رہے — آخر مرا یہہ دل ہے الٰہی جرس نہین
مظہر چہپا کے رکہہ دلِ نازک کو اپنے تو — یہہ شیشہ بیچتا ہے کسی میرزا کے ہاتہہ
خدا کے واسطے اسکو نہ ٹوکو — یہی اک شہر مین قاتل رہا ہے

معروف نواب الٰہی بخش خان دہلوی برادر خورد فخر الدولہ نواب احمد بخش خان
بہادر رئیس فیروزپور جہرکہ خلف مرزا عارف جان برادر شرف الدولہ قاسم جان از
تلامذۂ شاہ نصیر دہلوی بود در آخر ایام ترک دنیا گفتہ در ۱۲۴۲ھ از جہان رفتہ دو
دیوان دارد درین فن دستگاہے شایستہ داشت و طرز ہاے دلپذیر می یافت ؎

کہان تک رازِ عشق افشا نکرتا — مشکل یہہ ہے کہ مرتا کیا نکرتا
غیر روتے ہین مری حالت پہ وہ تو یار تہا — دیکہکر گہر بستا نہ آیا میرے گہر اچہا ہوا
کی وصیت یہہ کچہہ ارمان بہری آہ کر رات — سارے گہر کو ترے بیمار نے سونے نہ دیا
کہتا ہے جب وہ ہنسکر ہے گریہ اختیاری — آتا ہے اور مجہکو بے اختیار رونا
اوسکے جانیکی اگر کچہہ بہی خبر رکہتے ہم — ایسے دیوانے نتہے گہر مین جو در رکہتے ہم

کہا جو مینے کہ اس ناتوان کا سنئیے حال
کہا جو حال سناوے وہ ناتوان نہین

کہے ہے مجہسے کوئی تجہکو یاد آئی ہے
کرون فدا جو مین اوس بدگمان سے باتین

دیا ہے اپنے سے ظالم کو اوسنے دل معروف
اب اور اوس بت بیداد گر کو کیا کہون

آپ جسوقت رقیبونکی قسم کہاتے ہین
ہم رقیبونکے نصیبونکی قسم کہاتے ہین

مے کے پینے سے تو ہر چند نباہی توبہ
پر مغانسے وہ خجل ہون کہ الٰہی توبہ

گریہ و آہ و فغان سے ایکدم فرصت نہین
ہم سمجھتے تہے محبت کام بیکارونکا ہے

ہائے اوس شوخ کا یون روٹہہ کے جانا معروف
اور یہہ کہنا کہ نہین اب نہ منالے کوئی

میرے مرنے سے موئی او سیر خلق
مین نہ مرتا تو نہ مرتا کوئی

خرق عادت اپنے دیوانے کی دیکھہ
جسطرف کو وہ چلے پتھر چلے

دمبدم پاؤن سے تو ہمکو نہ ٹھکرا چل جا
خیر ہم دیکھہ چکے فندق پا اچھی ہے

معروف اب تو دیکھتے ہو تم ہمین غریب
ٹک منہہ لگائے یار تو پھر ہمکو دیکھیے

دور جو بزم مین وہ آنکے بیٹھے ہم سے
کیا ہی پچتائے کہ آگے سے وہین کیون ہولیے

روٹھنے کو تو چلے روٹھکے ہم وانسے ولے
مڑکے تکتے تہے کہ اب کوئی منا کر لیجائے

معین معین الدین دہلوی از حال تلمذ او آگہی دست نداد نمکینی از گفتار او پیداست چنین خوش گفتہ است ه

مر گیا آج خدا بخشے معین خستہ
ایک موزون سا جوان تہا کبہی دیکہا ہوگا

لخت دل آنکھونمین کیچ آتے ہین کس کس شوق سے
میری مژگان پر گمان کرکے تمہارے تیر کا

مثل نقش پا اوس در سے اوٹھ نہین سکتے کوئی اوٹھائے
ضعف کی دولت بارے ہم بہی اتنی طاقت رکہتے ہین

نہ جا ہا حسن نے آزردہ اوس نازک کلائی کو
کیا طرز تبسم نے ادا تیغ آزمائی کو

کہلتے ہے تیرے وصل کی شب بھی نہ وا ہوئے — یہ عقدہ ہائے دل ترے بند قبا ہوئے
ترے فراق مین بیجا بفسی کا تہا نہ دماغ — مگر یہ اپنا ہی زخم جگر ہے کیا کہیے
تری جفا کی حکایت اور اپنا حال وفا — یہ پہٹنا تو یون ہی عمر بہر ہے کیا کہیے
تمہاری بات سب ہے اعتبار کیا سنیے — اور اپنی کہیے تو وہ بے اثر ہی کیا کہیے
دیکھکر بخیہ کیجیے ناصح — بندہ پرور مرا گریبان ہے

ممنون میر نظام الدین ملقب بہ فخر الشعرا استاد اکبر شاہ بادشاہ دہلی خلف میر قمر الدین منت موطنش سونی پت مولد و منشاش دہلی ست مدتے در لکھنو ماندہ سپس در اجمیر بر عہدہ صدر الصدوری مامور گردید وفاتش در ۱۲۶۰ ہجری واقع شد دیوانے ازو یادگار است قوت نظم اکثر اصناف سخن داشت از انجا کہ ممنون از مشاہیر است و نیز کلام ہر کسے گواہ طبیعت او باشد حاجت ستایش ندارد

ترا ملنے مت مرے دیکھنے سے — تمہین حق نے ایسا بنایا تو دیکھا
قربان ناز نعش مری دیکھکر کہا — گردن پہ کس کی خون ہے اس بیگناہ کا
ہاتھ مین جنبش محمل کی عنان ہے اپنے — ورنہ یان کسکو سر آبلہ فرسائی تہا
شغل شب فراق یہی تہا کہ دہیان مین — ایک ایک شکن گنا تری زلف دراز کا
یہ نہ جانا تہا کہ اوس محفل مین دل رہ جائیگا — ہم یہ سمجھے تہے چلے آئینگے دم بہر دیکھکر
قاتل ہی وہ ہو وے جو ممنون کی نعش پہ — کہتا تہا اک جوان بہت بار بار حیف
یون تو وہ ہے فرشتہ خو لیکن — ہے ذرا آدمی کشی کا شوق
مین اس سخن کے تصدق وہ کہہ یہ آئینہ — یہ مجھسے پوچھے ہے کیون کیسے طرحدار ہین ہم
اس ذوق سے کہتی ہین حدیث لب شیرین — گویا ترے ہونٹون ہی سے لیتے ہین مزا ہم
پوچھینگے گر آرزو دم ذبح — جلاد ہی کو بتائینگے ہم
یون رشک کہے کم جو دہان رنگ حنا ہو — ہاتھ اوس نے کسی دیدۂ تر پہ نہ دہرا ہو

اوس مرگ پہ سو جان سے صدقے کہ دم نزع
گھبرا کے کہے تو کہ بس اب دیکھیے کیا ہو

آہ خلوت مین جو تنہا کبھی پاؤن تجھکو
جس لیے تجھکو بنایا ہی دکھاؤن تجھکو

تفاوت قامت یار و قیامت مین ہے کیا مومن
وہ ہی فتنہ ہی لیکن یان ذرا سانچے مین ڈھلتا ہی

رخصت کے وقت یون ترے گریان کہ آدمی
رو دے ہی اوس گھڑی کہ نہ جستو تب بس چلے

منت میر قمر الدین مخاطب بہ ملک الشعرا شاگرد میر نور الدین فوید و میر شمس الدین فقیر اصلش از مشہد و مولدش سونی پت و منشاش دہلی است در لکھنؤ رفتہ مذہب امامیہ پذیرفتہ از انجا بکلکتہ شتافت و در ۱۲۰۸ بعمر چہل و نہ سال وفات یافت ریختہ کمتر میگفت اشعار پارسی او قریب یک و نیم لک بودہ باشد ؎

اس آنے کا کچھ ہے لطف پیارے
ہر دم جو کہو کہ جائین گے ہم

منتظر نور الاسلام لکھنوی خلف شاہ فیض علی از گزین تلامذہ مصحفی ست دیوانے گزاشتہ ؎

وہ دل لیکر کہ جانا کسی کا
یہہ جی ہی جی مین غم کھانا کسی کا

دولت حسن ہے جنکے پاس یہہ اوس سے بھی سوال
کچھ نہ لے اور نہ دے یہین تو کریے

نہ تو عشق سے مجھے عشق ہے نہ تو جاہ کی مجھے چاہ ہے
وہ جو بات منہہ سے نکالی تھی سو اوسی کا مجھکو نباہ ہے

منشی میر محمد حسین خلف سید ابو الحسن عرف میر کلن ایرانی الاصل دہلوی مولد مدتے در لکھنؤ بسرکار مرزا سلیمان شکوہ بسر بردہ پدر وے از مشاہیر خوشنویسان بود وے نیز بدرستی خطوط متصف بود ؎

جو پوچھا اوس سے لوگون نے کہ منشی کون ہے بولے
مجھے کچھ یون ہی اوس سے دور کی صاحب سلامت ہی

منیر سید اسمعیل حسین خلف منشی احمد حسین تنگر شکوہ آبادی از تلامذہ رشک و

ناسخ است امروز در رامپور بظل عطوفت والی انجا باعزاز بسر می برد سخنور ریختہ گوست وانچہ از گفتارش بنظر رسیده همه نکوست دو دیوان دارد ه

آتش حسن کو کیون ناز ہے یکتائی کا
شعلۂ طور شریک آئین ہے جو تنہائی کا

بیکسی آپ سے باہر نہین جانے دیتی
مجھ سے آباد ہے عالم مری تنہائی کا

ایک دن حشر کا تشہیر کو کافی نہوا
حق ادا ہو نہ سکا ذلت و رسوائی کا

کیا بتا مین کہ کہان جائے شب غم مین ہے
آپکی جان سے دور اور رہی عالم مین ہے

کوئی حیلہ تو تعارف کا خوشی کی نکلے
کاش تقدیر ہی پر آئے تبسم مجھکو

چھوڑ دون مین بھی ملاقات تو بیکس ہو جائے
ستم یار پہ آتا ہے ترحم مجھکو

سب سے ملنا تو چھوڑا یا ہے گر چہ باتین
بیکسی سے بھی اگر ملنے نہ دو تم مجھکو

دور سے بھی کبھی ملنے کے اشارے نہوئے
ہم کسیکے نہوئے تم جو ہمارے نہوئے

بھولے سے پھانس نکالی نہ ہمارے دلکی
ایک تنکے کے بھی شرمندہ تمہارے نہوئے

مومن حکیم مومن خان فرزند حکیم غلام نبی خان دہلوی در طب ید طولے داشت و در نجوم پایۂ والا بر جمیع اصناف سخن قادر بود از لطایف شعر و شاعری کماہو حقہ ماہر بقوت سخنوری مومن کم ترکسے برخاستہ و بہ ہر دو لفظ چندان دستگاہے نصیب او گشتہ کہ پارسیان ازان خود می انکارند و ہندیان بشرف ہمزبانی نازہا دارند دیوانش مملو از اصناف سخن ست مثنویات متعدد دارد فرصتم نیست کہ بانتخاب دیوان وے پردازم ہمانا از گلشن بہارستش چندے بر داشتم کہ ہریکے ازان دستہ فصاحت و گلدستہ بلاغت میتوان شمرد الحق درین فن محسود ابنای روزگارست و مشہور در شہر و دیار ناظورۂ بیان نازکش سرمایۂ حیات عشاق ناکام و معشوقۂ کلام دلاویزش تسلی خاطرہاے پرآلام مذاق آشنایان معنی از عذوبت کلام شیرینش ذائقۂ لطف برداشتہ و نکتہ شناسان نغز گفتار سخن جادو فریبش را افسون دلربا انگاشتہ اند ہمانا وفات او

درسنہ ۱۲ھ واقع شدہ از دست وبس نکوست ۵

اوس نقش پا کے سجدہ نے کیا کیا کیا ذلیل — مین کوچۂ رقیب مین بھی سر کے بل گیا
یہ ناتوان ہون کہ ہون اور نظر نہین آتا — مرا بھی حال ہوا تیری ہی کمر کا سا
خواہش مرگ ہوا تمنا دستانا ورنہ — دلمین پھر تیرے سوا اور بھی ارمان ہوگا
کیا ستاتے ہو کہ ہے ہجر مین جینا مشکل — تم سے بے رحم پہ مرنے سے تو آسان ہوگا
وصل کی شب شام سے مین سو گیا — جاگنا ہجران کا بلا ہو گیا
دل لگا تیکے تو اوٹھائے مزے — جی بلا سے رہا رہا نہ رہا
نہ مانو گا نصیحت پر نہ سنتا مین تو کیا کرتا — کہ ہر ہر بات مین ناصح تمہارا نام لیتا تھا
کیا تم نے قتل جہان اک نظر مین — کسی نے نہ دیکھا تماشا کسی کا
وہ کرتے ہین بیباک عاشق کشی یون — نہیں کوئی دنیا مین گویا کسی کا
ان نصیبون پر کیا اختر شناس — آسمان بھی ہے ستم ایجاد کیا
بعد عذر امتحان جذب دل کیسا نکل آیا — مین الزام اوسکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا
پھرنے سے شام وعدہ سمجھے یہ کہ سو رہے — آرام شکوہ ستم اضطراب تھا
وقت وداع بے سبب آزردہ کیون ہوکے — یون بھی تو ہجر مین مجھے رنج وعذاب تھا
کیا جی لگا ہے تذکرہ یار مین عبث — ناصح سے مجھکو آج تلک اجتناب تھا
دشنام یار طبع حزین پر گران نہین — اے ہمنفس نزاکت آواز دیکھنا
بدکام کا مآل برا ہے جزا کے دن — حال سپہر تفرقہ انداز دیکھنا
میرے گھر ہی پھرتے پھرتے ایکدن آجائیگا — دو مبارکباد انکے یار ہرجائی ملا
ہے دم غضب لئے اولٹی سمجھ تو دیکھیے — بل جو پڑا جبین پہ تمنا کو لب ہوا
آغوش گور ہوگئی آخر لحد اوتہان — آسان نہین ہے آپکے بسمل کو تھامنا
اس حال کو پہونچے ترے قصہ سے کہ اب ہم — راضی ہین گر اعدا بھی کرین فیصلہ اپنا

رازِ نہان زبانِ اغیار تک نہ پہونچا
کیا ایک بھی ہمارا خطِ یار تک نہ پہونچا

ہٹ گیا ہوگا وہ شہ منہ سے سوتے مین کہین
شب یہان رہنے کا تیرے جسمین چرچا ہوگیا

ہجرِ بتان مین تجھکو ہے مومن تلاش ہر
غم پر حرام خوار توکل نہو سکا

جلوہ دکھلائے تا وہ پردہ نشین
مین نے دعوے کیا تحمل کا

مستی نہ ری مزار تلک آکے اسپہ بھی
کہتے ہین لوگ خاک مین اوسنے ملا دیا

سجدہ پہ سر قلم ہو دعا پر زبان کٹے
گویا نہ وہ زمین ہے نہ وہ آسمان ہے اب

رکھ لے سر اپنے زانوے ناز کپہ شوق سے
تیرا مریضِ عشق بہت ناتوان ہے اب

توبہ کہان کدورتِ باطن کے ہوش تھے
غش ہوگیا مین رنگِ مےِ ناب دیکھکر

وصلِ بتان کے دن تو نہین یہہ کہ ہو بحال
مومن نماز قصر کرین کیون سفر مین ہم

مجھسے نہ بولو تم اسے کہتے ہین کیا بھلا
انصاف کیجے پوچھتے ہین آپ ہی سے ہم

بیزار جان سے جو نہوتے تو مانگتے
شاید شکایتون پہ ترے مدعی سے ہم

اوسکو بھی جا مرینگے مدد اے ہجومِ شوق
آج اور زور کرتے ہین بیطاقتی سے ہم

خنجر تو نہ توڑ سخت جانی
پھر کسکو گلے لگائینگے ہم

وہ جفاکش ہین اے فلک کہ کیا
اوس ستمگر نے انتخاب ہمین

اب تپِ ہجر دیکھہ مومن ہین
ہے حرام آگ کا عذاب ہمین

گر یہی شوقِ شہادت ہی تو مومن جی چکے
مار ڈالے کاش کوئی کافرِ دلجو ہمین

جانے دے چارہ گر شبِ ہجر انمین مت بلا
وہ کیون شریک ہوتن مرے حالِ تباہ مین

ہے دوستی تو جانبِ دشمن نہ دیکھنا
جادو بھرا ہوا ہے تمہاری نگاہ مین

منظور ہو تو وصل سے بہتر ستم نہین
آشنا رہا ہون دور کہ ہجران کا غم نہین

بے جرم پایمال عدو کو کیا کیا
مجھکو خیال بھی ترے سر کی قسم نہین

عاشق کشی ہے شیوہ اگر بے ہوس سہی
آخر کچھ اپنی جان کے دشمن تو ہم نہین

مین گلہ کرتا ہون اپنا تو نہ سن غیرونکی بات
غیر سے سرگوشیان کر لیجیے پھر ہم بھی کچھہ
ابرو رہ گئی مرنیکی کہ روتے تو ہین وہ
وہ ہی بغل مین تو بھی تو یان نیند اوڑ گئی
سنچا ہون روز جزا داد یہہ ستم دیکھو
ہین غیر مرے نکلنے سے خوش
کیا کیجیے کہ طاقت نظارہ ہی نہین
ستمگر خراب مہر وکتان سینہ چاک ماہ
لیتے گلے رقیب کے کیا طعن اقربا
وفا سکھلا رہے گا دل ہمارا
مومن تم اور عشق بتان اے پیر و مرشد خیر ہے
جب تو چلے جنازۂ عاشق کے ساتھہ ساتھہ
سنگ اسود نہین ہے چشم بتان
اولٹے وہ شکوے کرتے ہین اور کس ادا کے ساتھ
بے پردہ غیر پاس اوسے بیٹھا نہ دیکھتے
خوشی نہ مجھے کیونکر قضا کے آنے کی
کہ علاج جوشش وحشت چارہ گر
چھوڑ گئے ہے کان ملاحت لون کیا
اب تو مرجانا بھی مشکل ہے ترے بیمار کو
ایک ہم ہین کہ ہوئے ایسے پشیمان کہ بس
پامال اک نظر مین قرار و ثبات ہے

ہین یہی کہنے کو وہ بھی اور کیا کہنے کو ہین
آرزوہاے دل رشک آشنا کہنے کو ہین
اشک شادی ہی سے گو چشم کو نم کرتے ہین
یہہ سوچ ہے گیا نہو اعدا کے خواب مین
کب آزماتے ہین جب وقت امتحان نہین
گویا کہ ہین انکا مدعا ہون
جلتے وہ بے حجاب ہین ہم شرمسار ہین
لو اور بھی ستم زدۂ روزگار ہین
تیرا ہی جی سنچا ہے تو باتین ہزار ہین
تمہاری خاطر نامہربان کو
یہہ ذکر اور منہہ آپکا صاحب خدا کا نام لو
پھر کون وار تو نکے سنے اذن عام کو
بوسہ مومن طلب کرے کیا منہہ
بیطاقتی کے طعنے ہین عذر جفا کے ساتھ
اوٹھہ جاتے کاش ہم بھی جہان سے حیا کے ساتھ
خبر ہے نعش پر اوس بیوفا کے آنے کی
لادے اک جنگل مجھے بازار سے
خود لپٹ جا سینۂ افگار سے
ضعف کے باعث کمان دنیا سے اوٹھا جاے ہی
ایک وہ ہین کہ جنہین چاہ کے ارمان ہونگے
اوسکا نہ دیکھنا نگہ التفات سے

پیغامبر رقیب سے ہوتے ہیں مشورے	سنتا نہیں کسی کی یہہ کہنے کی بات ہے
عیش میں بھی تو نہ جاگے کبھی تم کیا جانو	کہ شب غم کوئی کس طور سحر کرتا ہے
میرے تغیر رنگ کو مت دیکھ	تجھکو اپنی نظر نہو جائے
اے تمنا ست نہ آئیو جب تک	وہ مری گور پر نہو جائے
لے تو ہی بھیجدے کوئی پیغام تلخ اب	تجویز زہر ہے ترے بیمار کے لئے
اجل سے خوش ہوں کسیطرح ہو وصال تو ہے	نہ آئے نعش پہ وہ پر یہہ احتمال تو ہے
جفائے یار کو سونپا معاملہ اپنا	اب آگے ہو نہو امید انفصال تو ہے
تسلی دم واپسین ہو چکی	ہمیں ہو چکے جب نہیں ہو چکی
تھی بدگمانی اب تو نہیں کیا عشق حور کی	جو آکے مرتے دم مجھے صورت دکھا گئے
رشک دشمن بہانا تھا سچ ہے	میں نے ہی تم سے بیوفائی کی
شب ہجر میں کیا ہجوم بلا ہے	زبان تھک گئی مرحبا کہتے کہتے

مونس سید اعظم حسین نبیرۂ حکیم خادم حسین کہ از مشاہیر اطبائے اینجا بودہ اند جوانیست تحصیل تمام کردہ با کثر علوم آشنائی دارد و درین فن نیز اورا دستگاہے ست اما توجہش بپارسی بیشتر مصروف است بریختہ کمتر فکر میکند لکن در اوائل مشق ریختہ کردہ است گاہے گاہے با نامہ نگار برمیخورد و اخلاص تمام دارد و این بیت از زبان او استماع افتادہ بود ثبت میشود خیلے خوش گفتہ ست ۵

لاکر شفیع ہم عمل ناصواب کو	کیا کیا منارہے ہیں کسی کے عتاب کو

مہجور نقشبند خان خلف نواب مصطفی خان شیفتہ جوانے بود زیبا طبع شگفتہ داشت حک و اصلاح کلامش بہ مولوی الطاف حسین حالی متعلق بود درینجا آمدہ بود با نامہ نگار برخوردہ خوش تہذیبی داشت ہرگاہ ازینجا بدہلی رفت ہمانجا درگذشت

خدایش بیامرزاد این بیتها که می بینی ازو گرفته بودم ؎

نگہ لطف سے جب دیکھتے ہو تم مجھکو
دل غمدیدہ یہ آتا ہے ترحم مجھکو

کہتے ہین مسکراکے تمنائے وصل پہ
صاحب کسی کے دلکی بھلا کیا خبر مجھے

اے شوق رشک غیر ہی دل سے بھلا دیا
احسان رہیگا یاد ترا عمر بھر مجھے

کیا خوشی ہمکو اگر غیر شبستان مین نہین
وصل عشاق کی شب گردش دوران مین نہین

ایک صوفی نے کہا محو تماشا ہوکر
اوسمین کچھ بات ہی ایسی کہ جو انسان مین نہین

تم نہ سنتے تھے کہ بیداد کا کیا ہی انجام
ہم نہ کہتے تھے کہ کیا کچھ غم پنہان مین نہین

قاصد جو کہا ہے اوسنے کہہ چپک
باتین نہ بنا ادہر اودہر کی

کہتے ہین دعا سے وصل پر وہ
ہمکو بھی امید ہے اثر کی

الفت مین ہین اور بھی بلائین
پر سخت بلا ہے چارہ گر کی

مہر مرزا حاتم علی لکھنوی خلف مرزا فیض علی از مشاہیر تلامذۂ ناسخ است در سنہ ۱۲۹۷
راہ عدم پیمود دیوانے گذاشتہ ؎

کرتا غضب ابتک تو ہمارا دل بیتاب
روکے ہوتے ڈانٹے ہوتے دھمکاتے ہوئے ہین

تمہارے واسطے دلسے نہین کوئی مکان بہتر
جو آنکہ ہی نہین تمہین کہون تو ڈر ہے نظر ہوگی

میر میر تقی اکبرآبادی از قدماست و استاد مسلم الثبوت و نزد جمیع اساتذہ مقبول زبانے دلپذیر دارد و بیانے سادہ پرکار کہ نمی توان گفتن بر جملہ اصناف سخن قادر بود لاسیما بر غزل و مثنوی حضرت آزردہ نوشتہ اند در تذکرۂ خود کہ در حال ارباب نظم ریختہ است حیث قال پستش اگرچہ اندک پست است اما بلندش بسیار بلند و جناب شیفتہ نگاشتہ پست و بلند کہ در کلامش بینی و رطب و یابس کہ در ابیاتش بنگری نظر نکنی گفتہ اند ؎

شعر گر اعجاز باشد بے بلند و پست نیست
در ید بیضا ہمہ انگشتہا یکدست نیست

انتہی و سے شش دیوان ریختہ دارد حاوی اصناف سخن و مسدس است کہ بمضامین بر انگیخت گفتہ مشہور است میر در قصیدہ فکر خوشی نداشتہ چندانکہ غزلش بلند مرتبہ تر قصیدہ اش پست پایہ تر ذوق دہلوی بہ نسبت میر گوید ؎

نہوا پر نہوا میر کا انداز نصیب		ذوق یارون نے بہت زور غزلمین مارا

و میرزا غالب میفرماید ؎

ریختہ کے تمہین استاد نہین ہو غالب		کہتے ہین اگلے زمانہ مین کوئی میر بھی تھا

و نیز می سراید ؎

غالب اپنا بھی عقیدہ ہے بقولِ ناسخ		آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میر نہین

انتہی این ابیات اوراست و خیلے دلرباست ؎

ہمارے آگے ترا جب کسی نے نام لیا		دلِ ستم زدہ کو ہمنے تھام تھام لیا
اتنی گذری جو ترے ہجر مین سو اوسکے سبب		صبر مرحوم عجب مونسِ تنہائی تھا
مسجد مین امام آج ہوا آکے وہان سے		کل تک تو یہی میر خرابات نشین تھا
الجھاؤ پڑ گیا جو ہمین اوسکے عشق مین		دل سا عزیز جان کا جنجال ہوگیا
آنکھون مین جی مرا ہے ادہر دیکھتا نہین		مرتا ہون مین تو ہائے رے صرفہ نگاہ کا
خدا کو کام تو سونپے ہین مینے سب لیکن		رہے ہے خوف مجھے وانکی بے نیازی کا
دل کی کچھ قدر کرتے رہیو تم		یہ ہمارا بھی ناز پرور تھا
قاصد جو وانسے آیا تو شرمندہ مین ہوا		بیچارہ گریہ ناک گریبان دریدہ تھا
فلک کا منہ نہین اس فتنے کے اوٹھانیکا		ستم شریک ترا ناز ہے زمانے کا
آنکھین چرائیو نہ ٹک ابر بہار سے		میری طرف بھی دیدۂ خونبار دیکھنا
تیرے کوچہ کے رہنے والون نے		یہین سے کعبہ کو سلام کیا
ہم خاک مین ملے تو ملے لیکن اے فلک		اوس شوخ کو بھی راہ پہ لانا ضرور تھا

جواب نامہ سیاہی کا اپنے ہے وہ زلف
کسی نے حشر کو ہم سے اگر سوال کیا

جاتا ہے یار تیغ بکف غیر کی طرف
اے کشتۂ ستم تری غیرت کو کیا ہوا

سخت کافر تھا جن نے پہلے میر
مذہب عشق اختیار کیا

جہان سے فتنے کو خالی کبھی نہین پایا
ہمارے وقت مین تو آفت زمانہ ہوا

ابتو جاتے ہین میکدے سے میر
پھر ملین گے اگر خدا لایا

سمجھے تھے ہم تو میر کو عاشق اوسیگھڑی
جب سنکے تیرا نام وہ بیتاب سا ہوا

مستی مین لغزش ہو گئی معذور رکھا چاہیئے
اے اہل مسجد اسطرف آیا ہون مین بہکا ہوا

خانہ خراب میر بھی کتنا غیور تھا
مرتے موا پر اوسکے کبھی گھر نہ جا پھرا

کم کم اوٹھنا وہ نقاب آہ کہ طاقت رہتی
کاش اکبار ہمین مونہہ نہ دکھایا ہوتا

کہتے تو ہو یون کہتے یون کہتے جو وہ آتا
کہنے کی ہین سب باتین کچھ بھی نہ کہا جاتا

میرا ہی مقلد عمل تھا
مجنون کے دماغ مین خلل تھا

کھلا نشہ مین جو پگڑی کا پیچ اوسکے میر
سمند ناز پہ اک اور تازیانہ ہوا

کوسون ہم سے بھاگو ہو کیا سیکھے طرز غزالونکا
وحشت کرنا شیوہ ہے کچھ اچھی آنکھین والونکا

عشق ہمارے خیال پڑا ہے خواب گیا آرام گیا
جی کا جانا ٹھہر رہا ہے صبح گیا یا شام گیا

دو قدم ساتھ جنازہ کے نہ آیا وہ میر
جانتا تھا کہ اسے ہے مری رفتار پسند

جاتا ہے آسمان لیے کوچہ سے یار کے
آتا ہی جی بھر اودر و دیوار دیکھکر

مرگ اک ماندگی کا وقفہ ہے
یعنے آگے چلینگے دم لیکر

کچھ ہو رہیگا عشق و ہوس مین بھی امتیاز
آیا ہے اب مزاج ترا امتحان پر

منتظر قتل کے وعدہ کا ہون اپنے یعنی
جیتا مرنے کو رہا ہے یہ گنہگار ہنوز

اوسکے کوچہ مین نکر شورِ قیامت کا ذکر
اوسکے نزدیک کچھہ نہین عزت
ایک بیمار جدائی ہون مین آپ ہی تسپر
اک وہم نہین بیش مری ہستی موہوم
مدعی مجھکو کھڑے صاف برا کہتے ہین
اسکے ہمت صرف کر جو اوس سے جی اوچٹے مرا
عشق کا گھر ہے میر سے آباد
نازک مزاج آپ قیامت ہین میر جی
کاش اسکے دل دو تو ہوتے عشق مین
جائے ہے جی نجات کے غم مین
قتل کیے پر غصہ کیا ہے لاش مری اوٹھوانے دو
کب تیسرا وسکے منہ کا دیکھنا آتا ہے میر
رات ساری تو گئی سنتے پریشان گوئی
یہہ اضطرار دیکھکے اب دشمنو نسے بھی
زور و زر کچھہ نتھا تو بارے میر
تجھکو سجدہ ہے مجھکو سجا نہ
آج پھر تھا بے حمیت میر وان
مین جو بولا کہا کہ یہہ آواز
جب نام ترا لیجیے تو چشم بھر آئے
اوس ستمگار کے کوچہ کے ہوا دار وکین
باہم سلوک تھا تو اوٹھاتے تھے نرم گرم

شیخ یان ایسے تو ہنگامے ہوا کرتے ہین
میر جی یون ہی خوار ہوتے ہین
پوچھنے والے جدا جان کو کھا جاتے ہین
اسپر بھی تری خاطر نازک یہ گران ہون
چپکے تم سنتے بیٹھے اسے کیا کہتے ہین
پھر دعا اسے میر مت کیجو اگر ایسا کرون
ایسے پھر خانمان خراب کہان
جون شیشہ میرے منہ نہ لگو مین نشہ مین ہون
ایک دہتا ایک کھوتے عشق مین
ایسی جنت گئی جہنم مین
جلنے بہی ہم جلتے رہے ہین آو تم بہی جانے دو
پھول گل سے اپنے دلکو تم بہی بہلایا کرو
میر جی کوئی گھڑی تم بہی اب آرام کرو
کہتا ہون اوسکے ملنے کی کچھہ تم دعا کرو
کس بھروسے پر آشنائی کی
واعظا اپنی اپنی قسمت ہے
کل لڑائی سی لڑائی ہو چکی
اوسی خانہ خراب کی سی ہے +
اس زندگی کرنیکو کہانسے جگر آئے
نام فردوس کا ہم لیکے گنہگار ہوئے
کاہیکو میر کوئی دبے جب بگڑ گئی

گھبرا نہ میر عشق مین اس سہل زیست پر
اپنے تو ہونٹ بھی نہ ہلے اوسکے روبرو
پہنچا تو ہوگا سمع مبارک مین حال میر
میر سے تغیر حال پر مت جا
اب چھیڑ یہہ رکھی ہی کہ عاشق ہی تو کہین
میر صاحب بھی اوسکے ہان تھے پر
آتے کبھو جو وہانسے تو یہان بہتی تھی اوداس
وہ تو بگڑے ہے میر سے ہر دم
کعبہ مین جان بلب تھے ہم دوری بتان سے
ڈر کیون نہ محلہ مین رہے رونے سے میر
پیدا کہان ہین ایسے پراگندہ طبع لوگ
مقدور تک تو ضبط کرون ہون مین کیا کرون
واعظ ناکس کی باتون پر کوئی جاتا ہے میر
فریاد شب کی سنکے کہا ہے دماغ [illegible]
پھرتے ہین میر خوار کوئی پوچھتا نہین
اوسکا غضب ہے نامہ نہ لکھنا تو سہل ہے
نہین ہے چاہ بھلی اتنی بھی دعا کر میر
کشتی ہر اک فقیر کی پھیردی شراب سے
دل سے شوق رخ نکو نہ گیا
میر بھی کہنے لگا دیر کی لوگونکی سی
میر کے ہوش کے ہین ہم عاشق

جب بس چلا نہ کچھ تو مرے یار مر گئے
رنجش کی وجہ میر یہہ کیا بات ہوگئی
اسپر بھی جی مین آئے تو دلکو لگائیے
اتفاقات ہین زمانے کے
القصہ خوش گذرتی ہی اوس بدگمان سے
جیسے کوئی غلام ہوتا ہے
آخر کو میر اوسکی گلی ہی مین جا رہے
اپنی سی یہہ بنائے جاتا ہے
آئے ہین پھر کے یار وا ابکے خدا کے ہان سے
سیلاب نے اس کوچہ مین گھر مول لیا ہے
افسوس تمکو میر سے صحبت نہین رہی
منہہ سے نکل ہی جاتی ہے اک بات پیار کی
آؤ مےخانے چلو تم کس کی باتون پر گئے
دیکھو تو اس بلا کو یہہ شاید کہ میر ہے
اس عاشقی مین عزت سادات بھی گئی
لوگون کے پوچھنے کا کوئی کیا جواب دے
کہ اب جو دیکھون اوسے مین بہت نہ پیار آئے
اس دور مین کلال عجب مرد ہوگیا
جھانکنا تاکنا کبھو نہ گیا
کچھ خدا لگتی بھی کہتا جو مسلمان ہوتا
فصل گل جب تلک تھی مست رہا

ہرچند میر بستی کے لوگون سے ہے نفور
پر ہائے آدمی ہے وہ خانہ خراب کیا

صبر تہا ایک مونسِ ہجران
سو وہ مدت سے اب نہین آتا

ایسے بت بے مہر سے ملتا ہی کوئی بھی
دل میر کو بہاری تہا جو پتہر سے لگایا

کہتے ہین آگے تہا بتون مین رحم
ہے خدا جانیے یہہ کب کی بات

نظر میر نے کیسی حسرت سے کی
بہت روئے ہم اوسکی رخصت کے بعد

مرتے ہین سب یہ میر نہ اس بیکسی کے ساتھ
ماتم مین تیرے کوئی نہ رویا پکار کر

شکوہ آبلہ ابھی سے میر
ہے پیارے ہنوز دلی دور

اسوقت ہے دعا و اجابت کا وقت میر
اک نعرہ تو بھی پیشکشِ صبحگاہ کر

وہ لوگ تمنے ایک ہی شوخی مین کہو دیے
پیدا کیے تہے چرخ نے جو خاک چہانکر

نہین دیر اگر میر کعبہ تو ہے
ہمارے کوئی کیا خدا ہی نہین

میر صاحب کو دیکہیے جو بنے۔
اب بہت گہر سے کم نکلتے ہین

ہنوز طفل ہے وہ ظلم پیشہ کیا جانے
لگا دے تیغ سلیقہ سے جو لگائی ہو

میر کو کیون نہ مغتنم جانے
اگلے لوگون مین اک رہا ہے یہہ

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
اوسکی زلفون کے سب اسیر ہوئے

بہت سعی کیجے تو مر رہیے میر
بس اپنا تو اتنا ہی مقدور ہے

اب خدا مغفرت کرے اوسکو
میر مرحوم تہا عجب کوئی

سرہانے میر کے آہستہ بولو
ابھی تو روتے روتے سوگیا ہے

میکش ارشاد احمد دہلوی در پارسی زبان محوی تخلص میکند از سال چند در ریختہ دارد دست با نامہ نگار تعارف درمیانست مذاق صحیح دارد و سخن خوش میگوید از دوست و نکوست **ــہ**

ربط نہان غیر کا پردہ ہے ورنہ آپ
دشمن کے ساتھ صرف کرین رسم و راہ مین

آتا ہے رحم اوسکی نزاکت پہ ورنہ مین
جادو اوسی نگاہ کا رکہتا ہون آہ مین

ستانے مین فلک کو مشورہ ہے
کسی بے رحم کے چین جبین سے

بچے دل کم نگاہی سے یہ معلوم
وہ رہزن اور پھر ایسی کمین سے

سرشک گرم کی حدت کو پوچھو
ہرے دامن سے اپنی آستین سے

رہے پہلو مین وہ یا اوسکا خنجر
غرض دل ٹہرتا ہے دلنشین سے

ہیچ سہی نقشے سب قیامت کے
لیکن آگے تمہارے قامت کے

النون

ناسخ شیخ امام بخش از مشاہیر اساتذۂ لکھنؤ ست از اصناف سخن جز بر غزل و رباعی قدرتی نداشت بشیوۂ خود در سخن ممتاز است بلکہ کم انباز این قدر ہست کہ مضامین بیگانہ پارسی گویان بیشتر بستہ است کما لا یخفی علی ارباب البصیرت گویند روزے چند از محمد عیسی المتخلص بہ تنہا اصلاح گرفتہ پس انحراف ورزیدہ وفات او در ۱۲۵۴ صورت بستہ دو دیوان دارد این اشعار از وست و بس نکوست ع

محشر مین ہمکو نامۂ اعمال دیکھکر
قاصد خیال آئیگا خط کے جواب کا

لے اجل ایکدن آخر تجھے آنا ہے ولے
آج آتی شب فرقت مین تو احسان ہوتا

ذبح کر ڈالونگا گر آیگے تو بولا شب وصل
مین نے سو بار تجھے مرغ سحر چھوڑ دیا

تھی شہادت سے غرض سو اس ادا مین ہو گئی
گو نہ قاتل سے نزاکت کے سبب خنجر اوٹھا

لے چلی موت مجھے سوئے حسینان بہشت
ایک دم پاس جو وہ حور شمائل نہوا

کس چلن سے ہم اوسکے تصور مین محو تھے
کنج لحد مین شور قیامت مخل ہوا

مرگیا کیا ناسخ میکش جو سارے میفروش
مسجدون مین بیٹھے اپنی اپنی دوکان چھوڑکر

بس یہی تدبیر اب ارنکے بہکا دینے کی ہے
جو مجھکو یار نے مارا تو غیر کو کر د قتل

دہوکا نہ کہا ظروف وضو کو تو دیکھکر
جی مین ہی ہو جاؤن عاشق چند روز غبار ہی

ہے پرستو اُوکرلین محتسب کو سنگسار
عزیزو اسکے سوا اور انتقام نہین

تنگ آکر جب کہا مینے کہ مرجاؤن کہین
مسجد ہے میفروش کی تا سنہ دکان نہین

بیچ رہتے ہین سنگ کچہ میخانے کی تعمیر سے
بد گمان سمجہا کہ اسکو اشتیاق جور ہے

ناظم نواب یوسف علی خان بہادر والی رامپور خلف نواب محمد سعید خان بہادر او صاف او استغنی از بیانست درین فن دستگاہ بلند داشتہ و مرزا غالب بتہذیب گفتار او پرداختہ این اشعار از دیوان وے برداشتہ آمد بلند فکری او پیداست و نغز سنجی او ہویدا **ہ**

بڑہتا گیا جو رشک تو اخلاص کم ہوا
چھینا عدو نے دوست کو یہ کیا ستم ہوا

ہونے دیا نہ شاد یہہ دن پہر کہان مجھے
ہے ہے تمہین رقیب کے مرنے کا غم ہوا

حکم اخیر کی تہی توقع بروز حشر
باقی رہا نہ دن ہی جب اظہار ہو چکا

بیداد سے تو یہ او نہین کرتی ہی بن آئے
جب بعد مرے کوئی نہ مجہسا نظر آیا

جی مین ڈرتے تو قتل کیون کرتے
طنز سے کہتے ہین کہ کیا ہوگا

سنتے ہین مٹ گیا ہے کوئی نقش
وہ ہمارا ہی مدعا ہوگا

ہے طلب کی یہی روش ورنہ
ایک بوسہ مین کیا بھلا ہوگا

آپ دنرات پڑا ہے سر و پا پہرتا ہے
تو ستم پیشہ نہوتا تو فلک کیا کرتا

تو نہ آیا پر اجل وقت سے پہلے آتی
آدمی اوسکی اگر اتنی تمنا کرتا

دل کے لینے مین یہہ قدرت او سی اللہ دی
جسکو مٹی کے کہلونے پہ مچلتے دیکھا

ہے یہہ ساقی کی کرامت کہ نہین جام کے پاؤن
اور پہر بزم مین سب اوسے چلتے دیکھا

واعظ و شیخ سبھی خوب ہین کیا بتلاؤن
مین نے میخانے سے کس کو نکلتے دیکھا

بچے نہ سیم وزر اوسے نہ دین و دل چھوٹے
کبھی کو تم پہ مسلط کرے تو دیکھو سیر
اوس در پہ آنے جانیکی صورت بنی ہے
ہوتا جو دلپذیر تو جاتا نہ دل سے دور
کیا تم نہ جانتے تھے کہ بے خانمان ہو نہین
بار خلوتمین نہین اور اگر بزم مین مین
کرکے خون ایک کا جا بیٹھے ہین گھر مین اور کے
یہہ تو نکلا دہ نہ نکلا دل سے
اور کہانے کو دہرا ہے پان کیا
ڈہونڈون تو کس سے اوسے پاؤن اپنے
آبرو کیا پیرہن جب بے گریبان رہ گیا
سینہ چیر و دشنہ سے یہہ خوب گنجایش ملی
فقیر بنکے گیا وان تو کیا سوال کرون
خریداری ہے شہد و شیر و قصر و حور و غلمان کی
نہ کبھی کوئی خط آیا نہ پیام یار آیا
ترے گھر وہ آئے ناظم تو یہہ اضطراب کیا ہے
شنوت ہوئی زیادہ بنانے سے زلف کے
قتل ہونے سے مرے خوش نظر آتا ہے رقیب
نام لینے لگے برا ہم اوسے کہتے ہر بار
آدمی کے ساتھ ہو آزار ہین یہہ کیا کہ بس
بنگلی ہے کوچہ جانا نمین اک دار الشفا

کچھ اور خاک نہین جانتے مگر لینا
ستم کا چاہیے خدا انتقام اگر لینا
دربان ہوا تو شحنۂ شہر آشنا ہوا
وہ نالہ کام کا نہ رہا جو رسا ہوا
پھرتا ہے نامہ بر مرا گھر پوچھتا ہوا
حال دل عرض کرون کہتے ہین تنہا کہنا
پوچھتے ہین کہ مرے در پہ ہے غوغا کیسا
تیر تیرا ہے تو پیکان میرا
میرا غم کہائے گا مہمان میرا
عاشق ہون حسن سادہ بے خط و خال کا
بارے آنسو تھم گئے میرے کہ دامان رنگیا
کھینچنے پر تیر کے دلمین جو پیکان رہگیا
مگر کہون کہ بھلا کر ترا بھلا ہوگا
غم دین بھی اگر سمجھو تو اک دہندا ہی دنیا کا
مگر اک جواب اولٹا کہ ہزار بار آیا
کوئی بادشاہ آیا کوئی شہریار آیا
شانہ بھی آئینہ کا مددگار ہو گیا
وہ بھی خوش ہوتے اگر اونکا اشارا ہوتا
غیر اچھا تھا کہ بدنام تمہارا ہوتا
آہ کی اور راز الفت آشکارا ہو گیا
اب تو وان رہنے کا کیا اچھا سہارا ہو گیا

بے پردہ آکے کل مجھے صورت دکھا گیا
اک پردہ تھا نہ آئینہ کا وہ بھی اوٹھا گیا

ہوتے ہی درد دل کا بیان اوٹھ کھڑے ہوئے
یعنی یہہ ایسے ہین کہ نہ انسے سنا گیا

ہے ترقی عشق کو بھی حسن پروزافزونکے ساتھ
آگے بڑھ کر میرا تیرا امتحان ہو جائیگا

مجھ مین کیا ہے مگر اک دم کہین اُنکا ہوگا
وہ عیادت کو بھی آجائینگے تو کیا ہوگا

چارہ گر خستہ غم کو نہین جینے کی خوشی
ہان تری ناموری ہی اگر اچھا ہوگا

جب کہا اونسے کہ بھی کچھ مجھے کہنا تو کہا
سن لیا جسنے کوئی شکوہ بیجا ہوگا

کس سے کہون کیا ہے مری وقت نزع
اوسکا یہہ کہنا کہ یہہ کیا ہو گیا

معتقد ہون کعبہ کا ناظم مگر جا کر وہان
عبرت آتی ہے کہ کیا بتخانہ ویران ہوگیا

ستم مین شہرہ جو وہ آفت زمانہ ہوا
فلک کو عذر ستم کے لیے بہانہ ہوا

تری محفل مین خوش بیٹھا تھا کیا معلوم تھا مجھکو
کہ تجھ تک آکے پھر اولٹا چلیگا دور ساغر کا

یہہ غصہ ہے کہ دل مضطرب نشانہ تہا
ہوا جو تیر خطا مین گنا ہگار ہوا

جب بات تمکو میرا غل نہ سنا سر گران ہوا
قدرت خدا کی مین ہوا پاسبان ہوا

صیاد خوبرو کو نہین احتیاج دام
جسپر پڑی نگاہ وہ نخچیر ہوگیا

عشق اور مدعا طلبی واہ رے سمجھ
دھبّا ہوس کا داغ تمنا ٹھہر گیا

کرتے ہین ایک عذر نیا ہر ستم کے بعد
گر یون ہی ہے تو قاعدہ اچھا ٹھہر گیا

مجھکو تقصیر کا دھبّا نہ لگایا ہوتا
تم خفا ہوتے اگر تمسکو خفا ہونا تھا

انداز نیا ہے دل لگی کا
رنجنے مین پتا نہین ہنسی کا

بات ایسی کون سی ہے کہ جسکو چھپایئے
اک مختصر سوال ہے یا بوسہ یا جواب

کھلنے لگے ہین پر ایسے کہ راہ مین ہر روز
بگاڑ دیتے ہین دو تین چار کی صورت

مرنے سے اپنے خوش ہین کہ انجان بنکے وہ
ہر اک سے پوچھتے ہین مجھے بار بار آج

عشق ایک سنج ہی مگر اوسمین ہوئے ہین جمع
غمہاے جانگداز و مرضہاے لاعلاج

وہی تم ہو وہی خنجر ہے پر انصاف کرو
راز میرا ہے اونہین غیر سے کہنا منظور
شیخ نے حجرہ کا دروازہ رکہا ہے نیچا
کیون آکے کہو در پہ کہ وہ گہر مین نہین ہین
مین نے کہا کہ دعوی الفت مگر غلط
کہتے ہین کہ وہ بہی یہی کہتے ہین کرون کیا
مرنے کی جگہہ ہے کہ وہ سنکر مری تقریر
ہم تمکو برا کہتے ہین یا خو کو تمہاری
اب لکہین گے شکوہ بیداد ہم دل کہولکر
تنا نہ ستم ہجر ہے سوال نہین
وفا شعاری ناظم یقین نہین نہ سہی
یہی سمجہو کہ نکالے ہوئے ہونگے ورنہ
میری وفا کی داد نہ جرم عدو سے بحث
سبکے اس عمر مین ہوجاتے ہین ایسے ہی دوا
ہمت مرغ سحر خوانکا ہون قائل کہ اوسے
گل کا نام اک نکل گیا تو کیا
ملجاتے ہین تو کہتے ہین اچہی طرح تو ہو
خوش ہو رہے تہے ہم کہ بنایا ہے ہمنے یار
چاہتے ہین کہ سنین مرحبا نا
رخصت عرض حال کیا مانگون
کہتے ہو جائینگے پہر کیون نہین جاتے جاؤ

لا تہہ پریا تہہ دہرے بیٹہے ہو کیا ہے بعد
اور مین خوش ہون کہ سن لیتے ہین تنہا ہو کر
لینے یان آئیگا بیساختہ انسان جہک کر
کیا ہم نہین پہچانتے سرکار کی آواز
کہنے لگے کہ ہان غلط اور کسقدر غلط
کہتے ہو کہ دلجوئی اعدا نکرو تم
بولے بہی تو یہہ بولے کہ غوغا نکرو تم
لوگوں کے بہی اچہے سہی جہگڑا نکرو تم
نام اونکا آسمان ٹہرالیا تحریر مین
ندو جواب سنے جاؤ کچہہ ملال نہین
یہہ کون شخص ہے اسکا بہی کچہہ خیال نہین
کیون پہرا دس بزم سے ہم خانہ خراب آتے ہین
کیا خوبیان ہین میرے تغافل شعار مین
تجہہ سے کچہہ شکوہ نہین اے فلک پیر نہین
نالے سے زمزمہ مقصود ہے تاثیر نہین
تم ہی اچہے ہو رنگ مین بو مین
گویا ہمارے جی مین کچہہ ارمان ہی نہین
دیکہا تو اونکے در پہ وہ دربان ہی نہین
پوچہتے رہتے ہین اکثر مجہکو
کہہ نہ بیٹہین کہین کہ رخصت ہو
میرے جینے کی مجہے راہ بتاتے جاؤ

واجب القتل نہین زیست سے بیزار تو ہون
مین تو سائل ہون خریدار نہین کیون اولجہون
مجہے اوٹہاتے ہو کہکر کہ ہے یہہ خلوتِ خاص
غلط سہی اثرِ آہ و نالہ پر ناظم
اک مزہ البتہ ملتا ہے سو وہ بہی مشترک
اور کیا نالہ و فریاد سے حاصل مجہکو
تکلف کیا ہی گر صورت مین مہر و مہ سے بہتر ہو
ڈرنے لگا ہے اب مہ و خور سے ہی دل کہ یہہ
اب کچہہ نہین تو باندہتے ہین خنجر و شمشیر
کہتے ہو کہ ہم غیر کو آنے نہین دیتے
وفا کی ہم نے اور تم نے جفا کی
نگاہِ شوق نے کیا کچہہ نہ دیکہا
کرون آج اوسکو ناز و غمزہ مین تیز
نکالا ہم نے کچہہ فاصل او نہین پر
قصۂ کوہکن و قیس کو تہ کر رکہیے
جانتے ہم بہی کہ ہی خلد مین راحت کیسی
جو چہپتے ہی ہو دلکو تو سوال کیون پوچہو
بیان سوزِ غمِ عشق سنکے کہتے ہین
حسد سے وہ بزمِ مے مین نہین دیتے جا مجہے
مرنا تو ہر طرح ہے مسلم پر اوسکی تیغ
مین نے جو کی حسد کی مذمت تو آپنے

لو اب آئے ہو تو جہگڑا ہی مٹاتے جاؤ
قیمتِ بوسۂ لب روز بڑہاتے جاؤ
وہ کون لوگ چلے جاتے ہین ادہر دیکہو
رہے نہ دل مین ہوس آؤ یہہ بہی کر دیکہو
بوسہ کیا شے ہے کہ جسکے دینے مین تکرار ہو
پہیر دیجے کہین گہبرا کے مرا دل مجہکو
طریقِ ظلم مین بہی نو و قدم گردون سے بڑہکر ہو
پہرتے ہین راتدن فلکِ فتنہ زا کے ساتہہ
کیا جانے کیا باندہتے ہوتی جو کمر کچہہ
سچ ہو یہی پر ہمنے سنا اور ہی کچہہ ہے
تم اچہے ہم بُرے قدرت خدا کی
گرہ جب کہل گئی بندِ قبا کی
کوئی کشتی کہون تیغِ ادا کی
وفا سے کم رہی گنتی جفا کی
اپنی ہتی سکے یہہ خاک نشین تہوڑی سی
ملتی اوسمین سے اگر ہمکو یہین تہوڑی سی
خریدنے مین نہین اسطرح مچل جاتے
یہہ بات ہوتی اگر سچ تو تم نہ جل جاتے
مین جانتا ہون جانتے ہین پارسا مجہے
ملتی اگر گلے سے تو ملتا مزا اسے مجہے
بہرائے مین ہنسی کے کہا مرحبا مجہے

ثبوت جرم کی تا اوسکو احتیاج نہو
عدو کو دیکھون تو دیکھون اونہین خدا نکرے

جنت مین شہد و شیر و گل و میوہ ہو تو ہو
کہلے کیا دل در و دیوار کے آثار باقی ہین

اومن بت کا کوچہ مسجد جامع نہین ہی شیخ
ڈرتے ہین محتسب سے بھلا آئے تو سہی

ناظم کبھی نہ کوچے مین تیرے قدم رکھے
بوسۂ لب تو دیا کیا کہنا

نامہ بر ہوکے ذلیل آتا ہے
کہا مینے کہ بیدل ہون کہا یہ قول باطل ہے

کہے یہ کون کہ تم کیون وفا نہین کرتے
مین خفا ہوکے جو محفل سے چلا آیا تھا

اک جہان کشتۂ انداز خود آرائی ہے
گذرے گی شغل حیلہ تراشی مین شب مجھے

عذر ستم فریب و تمنائے صلح جھوٹ
انبار ہین غمون کے مرے دل مین ہر طرف

نتھی تم سے توقع یون عدو کے دم مین آنیکی
جیے گا کون کل تک جو تم اوسکے پاس آوگے

ہوا گر نامہ بر جان تسلی ہم کیون غم کرین ناظم
اس سے کیا بحث کہ ہوگی شب فرقت کیسی

نہ گذر دوست تک اپنا نہ بغیر اوسکے قرار
لیے تو نشہ مین بوسے مگر جتا کے لیے

کہ مدعی سے لون اپنے مدعا کے لیے
ناظم خوشی تو یہ ہے کہ وان سے ملال ہے

ہوا ہر چند گھر ویران صحرا پھر بھی صحرا ہے
اوٹھیے اور اپنا یہان سے مصلا اوٹھائیے

اچھی کہی کہ ساغر و مینا اوٹھائیے
بیچارہ کیا کرے کہ یہی رہگذار ہے

کوئیے تجھ سے بڑھ کے بھی ہمت ہوگی
خیر آگے کو نصیحت ہوگی

زبان ہی جسکے منہ مین اور جسکے سینہ مین دل ہے
وہ کیا کہینگے مگر یہ کہ جا نہین کرتے

آج کہتے ہین کہ کل زہر نہ کھایا تو نے
آپ جو چاہین کرین آپکی بن آئی ہے

جانا ہے بزم یار مین کل بے طلب مجھے
صحبت بگڑ گئی تو بناتے ہین اب مجھے

اک گوشہ مین پڑا ہے غم روزگار بھی
کہان جاتی رہے وہ خو محبت آزمانے کی

قسم سچی سہی پر پھر بھی کیا حاجت ہی کھانیکی
چلو ہاتھ آئی اک تقریب وسکو چھین جانیکی

سوت اوسمین نہین آتی یہ مصیبت کیسی
کس پہ آئی ہے اور آئی ہے طبیعت کیسی

غصہ آئینہ دکھانے سے ہو دونا کیا خوب
یہہ نہ دیکھا کہ بگڑ جاتی ہے صورت کیسی

آتے ہیں جنازہ پہ باندازِ تجاہل
سچے نہیں اور وعدہ بھی جھوٹا نہیں کرتے

دل لیکے ندیں قیمت دل ایسے وہ کیا ہیں
چپکے ہیں ابھی ہم بھی تقاضا نہیں کرتے

حشر کو کھینچوں ترا دامن بھلا کیوں کہ تو
واں بھی جھنجلا کے کہے یوسف علیخاں چھوڑ دے

قاتل آیا نہیں کہتے ہیں کہ آرام میں ہے
ملک الموت ہی آجائے وہ کس کام میں ہے

جو کہیئے درد دل سنیئے تو کہتے ہیں کہ ہاں کہیئے
اوسیکو درد دل کہتے ہیں جو گفتار میں آئے

یاں صبح و شام دہیان مرا نامہ بر میں ہے
واں وہ اور اوسکا بستر اوسی رہگذر میں ہے

دیتے ہیں دو تم نے ہمکو بوسے ہم ایک جاں اب نذر کرینگے
ملینگے جب حشر میں دوبارا تو قرض باقی ادا کرینگے

نثار محمد امان دہلوی فرزند سعادت اللہ معمار از شاگردان شاہ حاتم دیوانے گذاشتہ

پوچھا جو اوس نے خوش ہو کہا مینے شکر ہے
بولا کہ ہے یہہ شکر شکایت بھرا ہوا

تو لی مین ترے حسن کی کچھہ حرف تو کب ہے
لیکن یہہ ذرا خط ہے سو اصلاح طلب ہے

نساخ ابو محمد عبد الغفور خالدی امروز در کلکتہ است و باعزاز تمام بسر می برد تذکرہ اش دیدہ ام اشعار بسیارے از سخنوران دران گرد آوردہ سخن شعرا نام دارد سلیقہ انتخابش ازان پیداست اوراست

میرے مرنیکا یہہ غم ہے کہ صبا در پہ سکر
گور پر بیٹھہ رہی مہر و وفا میرے بعد

آتے ہی اونکی جان کہونسے جو چھپ گئی
کہنے لگے مرو بھی کہیں جان بلب ہو تم

تم سے ہوا نہ درد دل زار کا علاج
پھر کون سے مرض کی بتاؤ دوا ہو تم

تم سے ڈرتا ہوں کہیں تو کی نہ نوبت آئے
آپ سے آپ لگے کہنے جواب تم مجھکو

بیباکیوں سے آتی ہے صاحب حیا مجھے
تم بھی خدا کی شان کہو بے وفا مجھے

مشکل آسان جو ہوئی دیکھکے اونکو دم نزع
بولے وہ آئی نہ آتی تو نہ مرتا کوئی

نسیم اصغر علی خان دہلوی ابن نواب آغا علی خان از تلامذہ مومن خان و مشاہیر سخنوران است در لکھنؤ اقامت داشت دیوانے دارد در ۱۲۸۰ھ درگذشت از دست ؎

اونہین ہٹ تہی مجہے خواہش رہا جہگڑا نہین ہان کا
وہان دامن نہین یان ہاتھ تہا مطلع گریبان کا

حیا بڑہنے نہین دیتی ارادہ نوجوانی کا
اشارہ ہو کے رہجاتا ہے ہر مہربانی کا

کبہی آغوش مین رہتا کبہی رخسار و نیر
کاش اے آفت جان مین ترا آنسو ہوتا

صلح کے بعد جو سوچا تو یہہ بولا کافر
ہائے منہہ دیکہے گا آکر وہ مسلمان میرا

کہے دیتی ہین یہہ نیچی نگاہین
کہ بالائے زمین کیا کیا نہوگا

بیکسی اپنی وہ رونا تیرا
مجہکو ہنگام سفر یاد آیا

گلے مین بخت کے اونکا بہی کچہہ قضا کا آیا
ہوئی تہی صلح کس مشکل سے پہر جہگڑا نکل آیا

نام میرا سنتے ہی شرما گئے
تم نے تو خود آپ کو رسوا کیا

منت بہی کی مگر نہ کسی نے مری سنی
مانند قول یار مین بے اعتبار تہا

آنکہون مین ہے لحاظ تبسم فزا ہین لب
شکر خدا کہ آج تو کچہہ راہ پر ہین آپ

ہاتہہ مین خنجر کمر مین تیغ تیز
یہہ ارادے ایک مشت خاک پر

کس کس مصیبتون سے ہوئی ہے نصیب گور
کیا کیا اوٹہائے ہین شب غم مین قضا کے ناز

دبتے ہو بوسہ تو کہین لاؤ بہی
خیر کسی طرح سے شرماؤ بہی

نصیر شاہ نصیر الدین دہلوی عرف میان کلو فرزند شاہ غریب اللہ سجادہ نشین شاہ صدر جہان رح تلمیذ میر محمدی مائل از مشاہیر سخنوران است پانزدہم و بست دہم بزم مشاعرہ می آراست و در زمین ہاے سنگلاخ طرح میکرد در آخر عمر بہ حیدر آباد رفت و آنجا درگذشت دیوانے گذاشتہ ؎

پشت لب پہ ہی ترے یہ خط ریحان ایسا　　سنہ تو دیکھو لکھے یاقوت رقم خان ایسا
سب سے ملاؤ ابرو ہم سے نفاق رکھو　　اس دوستی کو اپنی بالائے طاق رکھو
دیکھ لیتی جو اوٹھا کر ترے کیا ٹوٹتے ہاتھ　　لیلی ایسا تو نہ تھا پردۂ محمل بھاری
دل کا کیا مول بھلا زلف چلیپا ٹھیرے　　کچھ تری گانٹھ گرہ مین ہو تو سودا ٹھیرے
دل یہ کہتا ہے کہ ست یا دہتان دلواؤ　　چھیڑنے کا مرے پھر آپ مزا دیکھین گے

نطق مقصود احمد کاکوروی بر حال او آگہی دست نداد این بیت چند از وے در دیوان دارد ؎

زیر زمین بھی جور فلک سے نہین نجات　　مرنے کے بعد قبر مین چوری کفن گیا
قتل منظور ہے تو بسم اللہ　　ڈھونڈنا کیا کسی روایت کا
جنت مین دونو نکے یون تو خیر جلنا ہی مگر　　شمع تو مجھ سے پھر بھی ہر کاوس محفل مین ہے
ہر نگاہ ناز ہر اوس حورش کی دلنشین　　جو نکلے آنکھ سے وہ بھی ہمارے دل مین ہے

نظام نظام شاہ رامپوری جز اینقدر از و اطلاع بہم نرسید ؎

انداز اپنا آئینہ مین دیکھتے ہین وہ　　اور یہ بھی دیکھتے ہین کوئی دیکھتا نہ ہو

نواب بدر عالی گہر امیر الملک والاجاہ نواب سید محمد صدیق حسن خان بہادر ترجمہ حالات ایشان از اسفار علوم مثل اتحاف النبلا وغیرہ توان دریافت واگر از فیما سخن فیہ آرزو داری تذکرۂ شمع انجمن پیش چشم باید گذاشت این قدر ناگزیر ست کہ شاعری دون مرتبہ ایشان ست ہر نواے کہ باصول سخنوری بر داشتہ اند یکتا در تازی و پارسی ست ہر چند کہ سخنوران بسیار بودہ باشند اما سخن فہمی باین منزلت شاید کہ چشم روزگار ہم ندیدہ باشد در زبان ریختہ ہیچ از ایشان مرقوم نیست یک دو شعر از افکار عالم شباب کہ از مدتہاے دراز تحویل حافظہ خاکسار ست بغرض استعادہ زیب و زینت درج این صحیفہ نذر ارباب ذوق کردہ میشود ؎